حضور ﷺ نے فرمایا: "البرکۃ مع اکابرکم" برکت تمہارے اکابر کے ساتھ ہیں۔
(رواہ ابن حبان باسناد صحیح)

اشاعت نمبر ۲۰

تحقیقی، علمی و اصلاحی

رسالہ

دِفَاعِ اَسلاف

ہند

فہرست مضامین

زیرِ سرپرستی

مصلح ملت
حضرت مولانا عبید الرحمٰن اطہر صاحب
دامت برکاتہم

ایک بزرگ کا ''۱۲'' دن تک ایک ہی وضو سے نماز پڑھنا؟؟؟

-مولانا عبد الرحیم قاسمی

-ڈاکٹر ابو محمد ،شہاب علوی

اعتراض:

فضائل اعمال میں لکھا ہے کہ

ایک سید صاحب کا قصہ لکھا ہے کہ بارہ دن تک ایک وضو سے ساری نمازیں پڑھیں اور پندرہ برس مسلسل لیٹنے کی نوبت نہیں آئی ،کئی دن ایسے گزرجاتے کہ کوئی چیز چکھنے کی نوبت نہ آتی۔

- یہ واقعہ بظاہر مبالغہ آمیز اور بے سند باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

''۱۲'' دن تک ایک ہی وضو سے رہنا،''۱۵'' سال تک رات کو نہ سونا اور کئی دن تک نہ کھانا ،یہ انسانی فضیلت میں شامل نہیں۔

(فضائل اعمال پر اعتراضات کے جوابات ،از ،حضرت شیخ الحدیثؒ:ص ۱۲۰،،فضائل اعمال کا تحقیقی جائزہ:ص ۱۳۲-۱۳۳)

الجواب:

سب سے پہلے حضرت شیخ الحدیثؒ (م ۱۴۰۲ھ) کی مکمل عبارت ملاحظہ فرمائیں:

- ایک سیّد صاحبؒ کا قِصّہ لکھا ہے کہ: بارہ دن تک ایک ہی وُضو سے ساری نمازیں پڑھیں،اور پندرہ برس مسلسل لیٹنے کی نوبت نہیں آئی ،کئی کئی دن ایسے گزرجاتے کہ کوئی چیز چکھنے کی نوبت نہ آتی تھی۔

اَہلِ مجاہدہ لوگوں میں اِس قِسم کے واقعات بہت کثرت سے ملتے ہیں،اُن حضرات کی حِرص تو بہت ہی مشکل ہے، کہ اللہ جَلَّ شَانُہٗ نے اُن کو پیدا ہی اِس لیے فرمایا تھا؛لیکن جوحضراتِ اکابر کہ دوسرے دِینی اور دُنیاوی مَشاغِل میں مشغول تھے،اُن کی حِرص بھی ہم جیسوں کو دُشوار ہے۔**(فضائل اعمال:ج ۱:فضائل نماز:ص ۲۶۳،طبع دینیات)**

اور حضرت شیخ الحدیثؒ (م ۱۴۰۲ھ) نے فضائل اعمال کے مصادر ومراجع میں ایک کتاب ''روض الریاحین'' کا ذکر کیا ہے۔ **(فضائل اعمال:ج ۱:ص ۵)**

اور ثقہ،[۱] ،امام،شیخ الحجاز بلکہ شیخ الحرمین،امام ابو محمد،عفیف الدین الیافعیؒ (م ۷۶۸ھ) کہتے ہیں کہ

قلت:هذا السيد المذكور صلىٰ بوضوء واحداثنى عشر يوماً وله الى تاريخ تاليف،هذا الكتاب خمس عشرة سنة لم يضع جنبه على الارض،يمكث اياما عديدة لا يأكل فيها شيئا،واذا كل أكل شيئا يسيراً خشناً يابساً،وما أكل معى قطعة لحم فى منى الا بعد شدّة موافقة۔وذكر لى ان له عدّة سنين يحجّ بغير اختياره لما يرى من المنكرات والآفات،ولكن يؤمر

---

(۱)　دیکھئے الفتح الربانی من فتاوی الامام الشوکانی:ج ۲:ص ۱۰۶۹۔

بالحجّ فيما يجد منه بدّا، رضي الله عنه و نفعنا به۔ (روض الرياحين لليافعي:ص ۳۱۷-۳۱۸)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ثقہ، امام ابومحمد الیافعیؒ (م ۷۶۸ ھ) نے خود اِس ''سید صاحب'' سے ملاقات کی اور ان کا واقعہ ذکر فرمایا، لہٰذا اس واقعہ کو بے سند کہنا قابل غور ہوگا، بلکہ یہ واقعہ صحیح ہے۔ واللہ اعلم

نیز اس واقعہ کو بظاہر مبالغہ آمیز کہنے کا جواب، خود حضرت شیخ الحدیثؒ (م ۱۴۰۲ ھ) نے دے دیا ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ بارہ دن تک ایک وضو کا رہنا یقیناً بلکہ قطعاً ہم لوگوں کے لحاظ سے مبالغہ آمیز ہی نہیں، بلکہ قریب ناممکن ہے، مگر اہل مجاہدات کے اس نوع کے واقعات اتنی کثرت سے ہیں، کہ ان کے لحاظ سے اس میں اور اس جیسے چیزوں میں یقیناً مبالغہ باقی نہیں رہتا۔

ہم لوگوں سے نہ مجاہدہ ہوتا ہے اور نہ ہمارے قویٰ مجاہدوں کے متحمل ہیں، اس لئے ہمیں یقیناً دشوار معلوم ہوتا ہے، لیکن جو حضرات کئی کئی دن تک کچھ نہ چکھتے ہوں، ان کو اگر حدث پیش نہ آئے، تو کیا بعید ہے، چنانچہ امام مالکؒ اور امام اوزاعیؒ کے اس نوع کے واقعات بکثرت کتب میں ملتے ہیں۔ (فضائل اعمال پر اعتراضات کے جوابات:ص ۱۲۴)

بات دراصل یہی ہے، جو حضرت شیخ الحدیثؒ (م ۱۴۰۲ ھ) نے کہی ہے کہ ہم لوگوں سے چونکہ نہ مجاہدہ ہوتا ہے اور نہ ہمارے قویٰ مجاہدوں کے متحمل ہیں، تو ہم لوگ تمام انسانیت کو اپنے اُپر قیاس کرتے ہیں، اس لئے ہمیں یقیناً دشوار معلوم ہوتا ہے، بلکہ اس طرح کے واقعات کو ہم لوگ اپنے ناقص علم کی وجہ سے بے سند یا غیر ثابت سمجھنے لگتے ہیں، لیکن کتابوں میں اس طرح کے کئی واقعات ثابت ہیں، چنانچہ

عبدالرحمٰن بن ابی نعم البجلیؒ (م بعد ۱۰۰ ھ) نے ''۱۵'' دن تک ایک ہی وضو سے نماز پڑھی:

- کتب ستہ کے ثقہ، حجت، امام عبدالرحمٰن بن ابی نعم البجلیؒ (م بعد ۱۰۰ ھ) کے بارے میں حافظ ابن حبانؒ (م ۳۵۴ ھ) کہتے ہیں کہ

وكان من عباد أهل الكوفة ممن يصبر على الجوع الدائم أخذه الحجاج بن يوسف ليقتله وأدخله بيتا مظلما وسد الباب خمسة عشر يوما ثم أمر الباب ففتح ليخرج به فيدفن فدخلوا عليه فإذا هو قائم يصلي فقال له الحجاج بن يوسف مر حيث شئت۔

وہ اہل کوفہ کے عابدین میں سے تھے، ان لوگوں میں سے جو ہمیشہ بھوکے رہنے پر صبر کرتے ہیں، حجاج بن یوسف نے ان کو گرفتار کیا تا کہ ان کو قتل کرے اور انہیں ایک اندھیرے گھر میں داخل کر کے پندرہ دن کیلئے دروازہ بند کر دیا، پھر دروازہ کھولنے کا حکم دیا تا کہ آپ کو نکال کر دفن کیا جائے، جب لوگ آپ کے پاس پہنچے تو آپ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں، تو حجاج نے ان سے کہا جہاں جانا ہے چلے جاؤ۔ (کتاب الثقات لابن حبان: ج ۵: ص ۱۱۲، نیز دیکھئے مختصر قیام اللیل للمروزی: ص ۶۵، المحن لابی العرب: ص ۳۸۷، کرامات الاولیاء للخلال: ص ۳۶۴)

* علی بن قادمؒ (م ۲۱۳ ھ) کہتے ہیں کہ

’’كان عبد الرّحمن بن أبي نعم لا يأكل في الشهر إلّا مرّة، فبلغ ذلك الحجاج فدعاه و أدخله بيتا و أغلق عليه بابه ثم فتحه بعد خمسة عشر يوما و لم يشكّ أنّه مات فوجده قائما يصلّي فقال: يا فاسق تصلّي بغير وضوء! فقال: إنّما يحتاج الى الوضوء من يأكل و يشرب، و أنا على الطهارة التي أدخلتني عليها هذا البيت‘‘۔

عبدالرحمٰن بن ابی نعم پورے مہینے میں ایک مرتبہ کھانا کھاتے تھے، حجاج کو اس کا پتہ چلا تو اس نے انہیں بلایا اور ایک گھر میں داخل کر کے اس کا دروازہ بند کر دیا، پھر پندرہ دن بعد کھولا، جبکہ اسے یقین تھا کہ ان کا انتقال ہو چکا ہوگا، تو دیکھا کہ وہ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں، تو کہا اے فاسق بغیر وضو پڑھ رہا ہے تو بغیر وضو کے نماز پڑھ رہا ہے؟ تو انہوں نے کہا وضو کی ضرورت اسے ہوتی ہے جو کھاتا پیتا ہے، میں اسی طہارت پر ہوں جس پر تو نے مجھے اس گھر میں داخل کیا تھا۔ (**تفسیر الثعلبی: ج ۷: ص ۱۶۸**)

* بکیر بن عامرؒ کہتے ہیں کہ ’’كان ابن أبي أنعم يواصل خمسة عشر يوما حتى تعوده‘‘

ابن ابی نعم پندرہ دن تک صوم وصال رکھتے تھے، یہاں تک کہ وہ اس کے عادی ہو گئے۔ (**مصنف ابن ابی شیبہ: حدیث نمبر ۹۶۹۱، نیز دیکھئے حلیۃ الاولیاء: ج ۵: ص ۶۹**)

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) کہتے ہیں کہ ’’و روى بن أبي شيبة بإسناد صحيح عنه أنه كان يواصل خمسة عشر يوما‘‘۔ (**فتح الباری: ج ۴: ص ۲۰۴**)

* مغیرۃ بن مقسم الضبیؒ بھی فرماتے ہیں کہ ’’كان عبد الرحمن بن أبي نعم يواصل خمسة عشر [يوما] لا يأكل شيئا قال: و كان يعاد كأنه مريض‘‘۔ (**المعرفۃ والتاریخ: ج ۲: ص ۵۷۴**)

<u>ثقہ، زاہد، حجاج بن الفرافصہؒ ’’۱۱‘‘ دن تک نہ کچھ کھاتے، نہ پیتے اور نہ ہی سوتے تھے:</u>

- کتب ستہ کے ثقہ، امام سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) کہتے ہیں کہ

’’بت عند الحجاج بن فرافصة إحدى عشرة ليلة، فوالله ما أكل و لا شرب و لا نام‘‘

میں حجاج بن الفرافصہ کے پاس گیارہ راتیں رہا، پس اللہ کی قسم نہ انہوں نے کھایا نہ پیا نہ سوئے۔ (**المجالسۃ وجواہر العلم: ج ۸: ص ۲۳۲**)

<u>صحیحین کے ثقہ، امام، ابوبکر بن عیاشؒ (م ۱۹۴ھ) ’’۴۰‘‘ سال سے نہیں لیٹے:</u>

- کتب ستہ کے ثقہ، ثبت، متقن، امام یزید بن ہارونؒ (م ۲۰۶ھ) فرماتے ہیں کہ

كان أبو بكر بن عياش خيرا فاضلا، لم يضع جنبه إلى الأرض أربعين سنة۔

ابوبکر بن عیاش بہت ہی اچھے اور فاضل تھے، ۴۰ سال تک انہوں نے اپنا پہلو زمین سے نہیں لگایا۔ (**تاریخ بغداد: ج ۱۴: ص ۳۸۲**)

<u>سنن اربع کے صدوق، عابد، مستلم بن سعید ہفتے میں صرف ’’ایک‘‘ بار پانی پیتے تھے:</u>

- کتب ستہ کے ثقہ، ثبت، متقن، امام یزید بن ہارونؒ (م ۲۰۶ھ) ہی فرماتے ہیں کہ

كان مستلم بن سعيد عندنا ههنا بواسط و كان لا يشرب إلا كل جمعة و جعل يثني عليه۔

مستلم بن سعید یہاں ہمارے پاس واسط میں تھے وہ صرف ہر جمعہ کو (پانی) پیتے تھے، اور آپ ان کی تعریف کرنے لگے۔ **(تاریخ ابن معین بروایت الدوری: رقم ۳۷۰۹)**

* بلکہ ایک روایت خود مستلم بن سعیدؒ کہتے ہیں کہ

''لم أَشْرب المَاء مُنْذُ خَمْسَةَ وَأَرْبَعِين يَوْمًا''

میں نے پینتالیس دن سے پانی نہیں پیا۔ **(تالی تلخیص المتشابہ للخطیب: ج۱: ص۹۰)**

صحیحین کے ثقہ، ثبت، امام، سلیمان التیمیؒ (م ۱۴۳ھ) ''۴۰'' سال سے نہیں سوئے:

- صحیح مسلم و سنن اربع کے ثقہ، امام حماد بن سلمہ (م ۱۶۷ھ) فرماتے ہیں کہ

كان سليمان التيمي طوى فراشه أربعين سنة، و لم يضع جنبه بالأرض عشرين سنة۔

سلیمان تیمیؒ نے چالیس سال اپنا بستر تہ رکھا، اور بیس سال اپنے پہلو کو زمین سے نہیں لگایا۔ **(حلیۃ الاولیاء: ج۳: ص۲۹)**

صحیحین کے ثقہ، ثبت، امام، منصور بن زاذانؒ (م ۱۲۹ھ) رمضان میں روزانہ مغرب و عشاء کے درمیان ''۲'' قرآن ختم کرتے تھے:

کتب ستہ کے ثقہ، ثبت، امام ہشام بن حسانؒ (م ۱۴۸ھ) فرماتے ہیں کہ

فكان إذا جاء شهر رمضان ختم القرآن فيما بين المغرب و العشاء ختمتين۔

پس جب رمضان آتا تو مغرب و عشاء کے درمیان دو مرتبہ قرآن شریف ختم فرماتے۔ **(حلیۃ الاولیاء: ج۳: ص۵۷)**

صحیحین کے ثقہ، عابد، مرۃ بن شراحیلؒ (م ۷۶ھ) روزانہ ''۱۰۰۰'' رکعات نماز پڑھتے تھے:

ثقہ راوی عطاء بن سائبؒ (م ۱۳۶ھ) فرماتے ہیں کہ

كان يصلي مرة كل يوم و ليلة ألف ركعة، فلما ثقل و بدن صلى أربعمائة ركعة۔

وہ ہر دن رات میں ایک ہزار رکعت پڑھا کرتے تھے، پھر جب آپ کچھ بھاری بدن ہو گئے تو چار سو رکعتیں پڑھتے۔ **(حلیۃ الاولیاء: ج۴: ص۱۶۲)**

کتب ستہ کے مشہور ثقہ، ثبت، عابد، ابو اسحاق السبیعیؒ (م ۱۲۹ھ) ''۴۰'' سال سے نہیں سوئے:

کتب ستہ کے مشہور ثقہ، ثبت، امام ابو اسحاق السبیعیؒ (م ۱۲۹ھ) خود فرماتے ہیں کہ

ما أقلبت عيني غمضا منذ أربعين سنة۔

میں نے چالیس سال سے اپنی آنکھیں بند نہیں کیں۔ **(حلیۃ الاولیاء: ج۴: ص۳۳۹)**

کتب ستہ کے ثقہ، امام، داود بن ابی ہندؒ (م ۱۴۰ھ) ''۴۰'' سال سے روزانہ روزہ رکھتے رہے اور ان کے گھر والے اس سے بے خبر تھے:

ابن ابی عدیؒ (م ۱۹۴ھ) فرماتے ہیں کہ

صام داود أربعين سنة لا يعلم به أهله وكان خرازا يحمل معه غداءه من عندهم فيتصدق به في الطريق ويرجع عشيا فيفطر معهم۔

داوٗدؒ چالیس سال تک روزہ رکھتے رہے، ان کے گھر والوں کو اس کا علم نہیں ہوا، وہ موچی تھے، گھر سے اپنے ساتھ دوپہر کا کھانا لے جاتے اور راستے میں صدقہ کر دیتے اور شام میں واپس آکر گھر والوں کے ساتھ افطار فرماتے۔ (**حلیۃ الاولیاء: ج ۳: ص ۹۳**، نیز دیکھئے **تاریخ بغداد: ج ۸: ص ۳۴۶**)

مشہور صحابی حضرت ابو ابوذر غفاریؓ ''۳۰'' دن تک صرف زم زم پیکر رہے، تو وہ موٹے ہو گئے اور ان کا پیٹ بھی پھول گیا:

مشہور صحابی رسول ﷺ، حضرت ابوذر غفاریؓ خود فرماتے ہیں کہ

يا ابن أخي ثلاثين، بين ليلة ويوم، ما كان لي طعام إلا ماء زمزم، فسمنت حتى تكسرت عكن بطني۔

بھتیجے! تیس دن رات تک سوائے زم زم کے کوئی اور کھانا میرے پاس نہیں تھا، پس میں موٹا ہو گیا اور میرے پیٹ پر سلوٹین پڑ گئیں۔ (**صحیح مسلم: حدیث نمبر ۲۴۷۳**)

تلک عشرۃ کاملۃ۔

- نیز احادیث میں ہے کہ جب دجال آئے گا، تو قحط سالی ہوگی اور مسلمان بڑی آزمائش سے گزر رہے ہونگے، تو اس وقت مسلمانوں کا کھانا اور پانی، تکبیر، تسبیح وتحمید ہوگی، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ ''**يكفي المؤمنين من الطعام، والشراب يومئذ التكبير، والتسبيح، والتحميد**''۔ (**مسند الامام احمد بن حنبل: حدیث نمبر ۲۷۵۶۸**، یہ حدیث صحیح لغیرہ درجہ کی ہے، **وهو قول المحقق شعيب الارنوؤط** علیہ الرحمۃ **وغیرہ**)
- مشہور صحابی، عبداللہ بن زبیرؓ نے ''۱۵'' دن تک نہ کچھ کھایا، نہ پیا، یعنی وہ صوم وصال سے تھے۔ (**مصنف ابن ابی شیبہ: حدیث نمبر ۹۶۹۲**)

خلاصہ یہ کہ یہ خیر القرون کے افراد، یعنی صحابہ کرامؓ، تابعین وتبع تابعین عظام رحمہم اللہ علیہم کے مجاہدات تھے، ان کو پڑھنے کے بعد، اب فضائل اعمال کے واقعہ پر اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔ واللہ اعلم

نیز کثرت عبادت بدعت نہیں ہے، جس کی تفصیل محدث الہند فی عصرہ، امام عبدالحی الکھنویؒ (م ۱۳۰۴ھ) کی کتاب ''**اقامة الحجة على ان الاكثار من التعبد ليس ببدعة**'' میں دیکھی جاسکتی ہے۔

کیا حدیث: ’’من صلی علی عند قبری سمعته۔۔۔۔‘‘ موضوع ہے؟ [قسط ۳]

-ابن نصیر الدین

طالب الرحمٰن صاحب کہتے ہیں کہ

اسی طرح فضائل درود شریف کے باب میں تبلیغی نصاب: ص ٦۹۸ پر زکریا صاحب نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من صلی علی عند قبری سمعته و من صلی علی نائیاً ابلغته۔ (رواه البیہقی)

جو شخص مجھ پر میری قبر کے قریب درود پڑھتا ہے، میں اس کو خود سنتا ہوں اور جو دور سے مجھ پر درود بھیجتا ہے، وہ مجھ کو پہنچایا جاتا ہے۔ بنفس نفیس خود سننا بہت ہی قابل فخر قابل عزت، قابل لذت چیز ہے۔

اس لفاظی سے پہلے اگر یہ دیکھ لیا جاتا کہ اس حدیث کی حیثیت کیا ہے، تو کافی تھا۔ علامہ البانی کے نزدیک یہ حدیث موضوع ہے۔ **(تبلیغی جماعت کا اسلام: ص ١٦١)**

<u>الجواب:</u>

امام ابو شیخ اصبہانیؒ (م ۳٦۹ھ) فرماتے ہیں کہ:

حدثنا عبد الرحمن بن أحمد الأعرج حدثنا الْحسن بن الصَباح حدثنا أبو معاوية حدثنا الْأعمش عن أبي صالح عن أبي هريرة رَضِيَ الله عَنهُ قَالَ قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم من صلى على عِنْد قَبْرِي سمعته وَمن صلى عَليّ من بعيد أعلمته۔

جس نے میری قبر کے پاس درود پڑھا، تو میں اسے خود سنتا ہوں اور جس نے مجھ پر درود دور سے پڑھا، تو وہ (فرشتوں کے ذریعہ) مجھے بتلایا جاتا ہے۔ **(کتاب الثواب للإمام ابی الشیخ، و کتاب الصلاة علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم للإمام ابی الشیخ بحوالہ جلاء الافہام لابن القیمؒ: ص ٦۴، سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ: ج ١: ص ۳٦۷)**

اس سند کو حافظ ابن حجرؒ (م ۸۵۲ھ)، حافظ سخاویؒ (م ۹۰۲ھ)، محدث ابن العراق الکنانیؒ (م ۹٦۳ھ)، محدث ملا علی قاریؒ (م ١۰١۴ھ) نے مضبوط قرار دیا ہے۔ **(فتح الباری: ج ٦: ص ۴۸۸، القول البدیع: ص ١٦۰، تنزیہ الشریعۃ: ج ١: ص ۳۳۵، مرقاۃ: ج ۲: ص ۷۴۹)**

<u>اعتراض نمبر ١:</u>

زبیر علی زئی صاحبؒ (م ١۴۳۵ھ) و شیخ البانیؒ (م ١۴۲۰ھ) کا کہنا ہے کہ اس کی سند میں عبد الرحمن بن احمد الاعرجؒ (م ۳۰۰ھ) مجہول الحال ہیں۔ **(مقالات: ج ١: ص ۲۵، سلسلہ احادیث ضعیفہ: ج ١: ص ۳٦۷)**

<u>الجواب:</u>

حافظ ابن حجرؒ (م ۸۵۲ھ)، حافظ سخاویؒ (م ۹۰۲ھ)، محدث ابن عراق الکنانیؒ (م ۹۶۳ھ)، محدث ملا علی قاریؒ (م ۱۰۱۴ھ) نے مضبوط قرار دیا ہے، جس کے حوالے گزر چکے، اور کسی غریب حدیث کی تصحیح و تحسین، خود زبیر صاحب کے نزدیک اس حدیث کے ہر ہر راوی کی توثیق ہوتی ہے۔ (**مقالات: ج ۲: ص ۱۱۱**)، پھر زبیر علی زئی صاحب نے یہ بھی کہا کہ شیخ البانیؒ نے بھی یہ اصول اخیر عمر میں اختیار کیا تھا۔ (**ویڈیو: حافظ زبیر علی زئی سے ۸۰ سوالات، ۱۰ منٹ: ۳۵ سیکنڈ**)، لہذا خود علی زئی صاحب اور البانی صاحب کے اپنے اصول سے ان کا اعتراض باطل و مردود ہے۔

اعتراض نمبر ۲:

زبیر علی زئی صاحب کہتے ہیں کہ اس روایت میں اعمشؒ مدلس ہے۔ (**مقالات زبیر: ج ۱: ص ۲۶**)

الجواب:

امام اعمشؒ (م ۱۴۸ھ) کی عنعنہ والی روایت، جمہور محدثین کے نزدیک مقبول ہے۔ (**مجلہ الاجماع: ش ۳: ص ۲۳۸**)، پھر یہی امام اعمشؒ کی 'عنعن' والی روایت کو حافظ ابن حجر عسقلانیؒ، حافظ سخاویؒ، وغیرہ نے مضبوط کہا ہے۔ لہذا راجح یہی ہے کہ ان کی عن والی روایت جمہور کے نزدیک مقبول ہے۔ نیز، شاہد میں آنے والی روایت امام اعمشؒ کی روایت کی قوی متابع ہے، اور زبیر علی زئی صاحب ہی لکھتے ہیں کہ "مدلس راوی کی اگر معتبر متابعت یا قوی شاہد مل جائے، تو تدلیس کا الزام ختم ہو جاتا ہے"۔ (**نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام: ص ۳۷**)، اس لحاظ سے بھی اس روایت پر امام اعمشؒ کی تدلیس کا اعتراض فضول اور بیکار ہے۔

ایک قوی شاہد:

امام ابویعلیٰ موصلیؒ (م ۳۰۷ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثنا أحمد بن عيسى، حدثنا ابن وهب، عن أبي صخر، أن سعيدا المقبري، أخبره، أنه سمع أبا هريرة يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: والذي نفس أبي القاسم بيده لينزلن عيسى ابن مريم إماما مقسطا وحكما عدلا، فليكسرن الصليب، وليقتلن الخنزير، وليصلحن ذات البين، وليذهبن الشحناء، وليعرضن عليه المال فلا يقبله، ثم لئن قام على قبري فقال: يا محمد لأجيبنه۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا کہ اس ذات کی قسم، جس کے قبضے میں ابوالقاسم کی جان ہے، عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ضرور امام، منصف اور عادل حاکم بن کر نازل ہوں گے۔۔۔۔۔۔ پھر اگر وہ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) میری قبر پر کھڑے ہو کر کہیں: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، تو میں ضرور جواب دوں گا۔ (**مسند ابی یعلیٰ: ج ۱۱: ص ۴۶۲، حدیث نمبر ۶۵۸۴**)

مسند ابی یعلیٰ کے محقق، شیخ حسین سلیم اسد نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے، حافظ ہیثمیؒ (م ۸۰۷ھ) نے اس کے رجال کو صحیح کے رجال کہا ہے، **مجمع الزوائد: حدیث نمبر ۱۳۸۱۳**، شیخ البانیؒ بھی اس حدیث کو صحیح مانتے ہیں، **سلسلہ الاحادیث الصحیحۃ: ج ۶: ص ۵۲۴**۔

خلاصہ یہ کہ اس روایت کے الفاظ "**ثم لئن قام على قبري فقال: يا محمد لأجيبنه**"، حدیث "**من صلى على عند قبرى**

سمعته'' کی تائید کرتے ہیں۔لہذا اس حدیث کوموضوع کہنا غیر صحیح ہے۔واللہ اعلم

کیا حدیث: ''الأنبياء أحياء في قبورهم يصلّون۔۔۔۔'' موضوع ہے؟ [قسط ۴]

-ابن نصیر الدین

طالب الرحمٰن صاحب کہتے ہیں کہ

اسی طرح تبلیغی نصاب: ص ۶۹۹، فضائل درود شریف پر حدیث ''الأنبياء أحياء في قبورهم يصلّون'' (کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں) بھی منکر ہے۔ امام ذہبیؒ فرماتے ہیں یہ منکر روایت ہے۔ (**میزان الاعتدال: ج۱: ص ۴۶۰**) [**تبلیغی جماعت کا اسلام: ص۱۶۱**]

الجواب:

امام ابویعلی الموصلیؒ (م ۳۰۷ھ) فرماتے ہیں کہ

حدّثنا أبو الْجهم الْأزرق بن علي، حدثنا يحيى بن أَبي بكير، حدثنا المستلم بن سعيد، عن الْحجاج، عن ثابت الْبناني، عن أنس بن مالك، قال رَسولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْأنبياء أحْياء في قبورهم يصلّون۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ (**مسند ابی یعلیٰ: ج۶: ص ۱۴۷، رقم ۳۴۲۵**)[1]

اس حدیث کو صحیح کہنے والے ائمہ وعلماء:

- مسند ابی یعلیٰ کے محقق شیخ حسین سلیم اسدؒ (م ۱۴۴۲ھ) نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے،
- اسی طرح حافظ ہیثمیؒ (م ۸۰۷ھ) نے اس کے رجال کو ثقہ کہا ہے۔
- امام بیہقیؒ (م ۴۵۸ھ)، حافظ مناویؒ (م ۱۰۳۱ھ)، ملا علی قاریؒ (م ۱۰۱۴ھ) اور شیخ الاسلام ومحدث ابن حجر الہیتمیؒ (م ۹۷۴ھ) وغیرہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔
- حافظ ابن حجرؒ (م ۸۵۲ھ) اور ان کے شاگردِ رشید، حافظ سخاویؒ (م ۹۱۱ھ) نے اس حدیث کو صحیح ثابت کیا ہے۔ (**مجمع الزوائد: حدیث نمبر ۱۳۸۱۲، البدر المنیر: ج۵: ص ۲۸۵، فیض القدیر: ج۳: ص ۱۸۴، مرقاۃ: ج۳: ص ۱۰۲۰، الدر المنضود: ص ۱۵۹، فتح الباری: ج۶: ص ۴۸۷، القول البدیع: ص ۱۷۴**)،
- حافظ ابوحفص، ابن الملقنؒ (م ۸۰۴ھ) فرماتے ہیں کہ ''**قال أعني البيهقي في غير هذا الكتاب: وهذا إسناد صحيح.**

---

(۱) اس حدیث کے تمام رواۃ ثقہ ہیں، ازرق بن علیؒ (م ۲۳۰ھ) کو ابن حبانؒ، حافظ ہیثمیؒ، امام بوصیریؒ نے ثقہ کہا ہے۔ (**کتاب الثقات لابن حبان: ج۸: ص ۱۳۶، مجمع الزوائد: حدیث نمبر ۱۸۰۳۵، اتحاف الخیرۃ المہرۃ: ج۴: ص ۲۶۷**) لہذا آپؒ ثقہ ہیں، اور اس سند میں حجاج سے مراد حجاج بن اسود ہیں۔ (**فوائد للتمام: ج۱: ص ۳۳، حیات الانبیاء للبیہقی: ص ۶۹، فتح الباری: ج۹ ص ۴۸۷**) اور ان کو حجاج بن ابی زید الاسود بھی کہتے ہیں۔ (**لسان المیزان: ج۲: ص ۵۵۹، کتاب الثقات للقاسم: ج۳: ص ۲۹۷**)

وھو کما قال، لأن رجاله کلھم ثقات''۔(البدر المنیر :ج۵:ص۲۸۵)

- محمد بن عبدالباقی الزرقانی (م۱۱۲۲ھ) کہتے ہیں کہ

''جمع البیھقي کتابا لطیفا في حیاۃ الأنبیاء وروی فیه بإسناد صحیح عن أنس مرفوعا: "الأنبیاء أحیاء في قبورھم یصلون''۔(شرح الزرقانی علی الموطا: ج۴:ص۷ ۴۴)

- امام علی بن عبداللہ السمہودیؒ (م۹۱۱ھ) کہتے ہیں کہ

''ولأبن عدي فی کامله وأبي بعلي برجال ثقات عن أنس رضي اللہ عنه مرفوعا الأنبیاء أحیاء في قبورھم یصلون وصححه البیھقي''۔(خلاصۃ الوفا: ج۱:ص۳۵۰)

- قاضی شوکانیؒ (م۱۲۵۰ھ)، شیخ البانیؒ (م۱۴۲۰ھ) اور شیخ ارشاد الحق اثری صاحب -حفظہ اللہ- وغیرہ نے بھی اس حدیث کو صحیح اور مضبوط کہا ہے۔(سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ: ج۳:ص۱۸۷، مسند ابی یعلی بتحقیق اثری: ج۳:ص۳۷۹، تحفۃ الذاکرین:ص۴۶)

خلاصہ یہ کہ ائمہ وعلماء کی ایک جماعت نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، نیز حافظ ذہبیؒ (م۷۴۸ھ) کا اس روایت کو منکر کہنے -جس کا حوالہ ہمارے طالب الرحمٰن صاحب نے دیا ہے، اس- کے رد میں حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م۸۵۲ھ) فرماتے ہیں کہ

''وإنما ھو حجاج بن أبي زیاد الأسود یعرف بزق العسل وھو بصري کان ینزل القسامل روی عن ثابت وجابر بن زید، وَأبي نضرۃ وجماعة.

وعنه جریر بن حازم وحماد بن سلمة وروح بن عبادۃ وآخرون.

قال أحمد: ثقة رجل صالح. وقال ابن معین: ثقة. وقال أبو حاتم: صالح الحدیث. وذَکَرہ ابن حِبَان في "الثقات". فقال: حجاج بن أبي زیاد الأسود من أھل البصرۃ کان ینزل القسامل روی، عَن أبي نضرۃ وجابر بن زید روی عنه عیسی بن یونس وجریر بن حازم وھو الذي یحدث عنه حماد بن سلمة فیقول، حدثني حجاج بن الأسود''۔(لسان المیزان: ج۲: ص۵۵۹)

- یہی وجہ ہے کہ خود شیخ الالبانیؒ (م۱۴۲۰ھ) -حافظ ذہبیؒ (م۷۴۸ھ) کے رد میں- کہتے ہیں کہ

''ویتلخص منه أن حجاجا ھذا ثقة بلا خلاف وأن الذھبي توھم أنه غیرہ فلم یعرفه ولذلك استنکر حدیثه، ویبدو أنه عرفه فیما بعد، فقد أخرج له الحاکم في "المستدرك" حدیثا آخر، فقال الذھبي في "تلخیصه": "قلت: حجاج ثقة". وکأنه لذلك لم یوردہ في کتابه "الضعفاء" ولا في "ذیله". واللہ أعلم''۔(سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ: ج۲:ص۱۸۸)

اور شیخ الالبانیؒ (م۱۴۲۰ھ) نے اس حدیث کی تصحیح فرمائی ہے، جیسا کہ گزر چکا۔ مگر چونکہ موصوف پروفسر صاحب کو شاید اس روایت کو ضعیف ہی ثابت کرنا تھا، اس لئے یہاں انہوں نے شیخ الالبانیؒ (م۱۴۲۰ھ) کے بجائے، حافظ ذہبیؒ (م۷۴۸ھ) کا حوالہ پیش کیا۔ واللہ اعلم

خلاصہ یہ کہ یہ روایت صحیح ہے اور اسکی صحت کا انکار کرنا مردود ہے۔[۱]

(۱) بعض الناس کہتے ہیں کہ حجاج الاسود اور حجاج بن الاسود دونوں الگ الگ راوی ہے اور حجاج الاسود مجہول ہے، جب کہ حجاج بن ابی زیاد الاسودؒ ثقہ ہیں۔حالانکہ یہ بات بھی قابل غور ہے، کیونکہ کتاب الثقات لابن حبان میں تصریح ہے کہ بعض حضرات حجاج بن ابی زیاد الاسود کو حجاج الاسود کہتے تھے۔(ج۶:ص ۲۰۲، **کتاب الثقات للقاسم: ج۳:ص ۲۹۳**)، نیز فوائد التمام اور کی حیاۃ الانبیاء للبیہقی کی سندوں میں ''حجاج بن الاسود'' کی تصریح موجود ہے۔(**فوائد للتمام: ج۱:ص ۳۳، حیاۃ الانبیاء للبیہقی: ص ۶۹**)، لہذا یہ دونوں راوی ایک ہی ہے اور یہ اعتراض باطل ہے۔واللہ اعلم

نیز طالب الرحمٰن اور ان جیسے حضرات پر بھی تعجب ہے کہ جو منکر اور موضوع روایت میں فرق نہیں کر چکے اور موضوع احادیث کے ضمن میں، اس حدیث کو بھی ذکر کر دیا۔